محمد طاہر قریشی

ز۔خ۔ش (زاہدہ خاتون شروانیہ) کی ملّی شاعری میں نعتیہ عناصر

بیسویں صدی کے ربع اول میں ملّی شاعری کا ایک اہم نام ز۔خ۔ش (زاہدہ خاتون شروانیہ ۱۸۹۴ء۔۱۹۲۳ء) کا بھی ہے۔ ان کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ سرکار برطانیہ سے خطاب یافتہ اور نواب گھرانے میں جنم لینے کے باوجود ''وہ شیدائے مذہب وملّت خاتون تھی''۔۱ گھر کی چار دیواری میں رہ کر تعلیم وتربیت حاصل کرنے والی خاتون کا ملّی اور سیاسی شعور اتنا پختہ تھا کہ انھوں نے صرف پندرہ سال کی عمر میں مختلف رسائل میں فکر انگیز مضامین اور نظمیں بھیجنا شروع کر دیں تھیں۔۲ ان کے سیاسی نظریات اور خیالات پر زمیندار، ہمدرد اور الہلال کا گہرا اثر تھا۔۳ اور قابلیت کا یہ عالم تھا کہ بقول شان الحق حقّی ان کے بہت سے مغلق کنائے اور تلمیحات بہت سے پڑھے لکھوں کے لیے بھی تشریح کے محتاج تھے۔۴ وہ اقبال کے انداز کلام اور پیغام عمل سے متاثر تھیں۔ ۱۹۱۵ء میں لکھا گیا ان کا طویل مسدس آئینۂ حرم اقبال کے شکوے کا ہم رنگ اور ہم آہنگ ہے۔۵ اس جواں مرگ خاتون کو خواجہ حسن نظامی نے فضائل بانو کا لقب دیا۔۶

اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی سچی محبت بلکہ عشق ز۔خ۔ش۔ کے رگ وپے میں جاری وساری تھا کہ ''۱۹۱۰ء سے لے کر ۱۹۲۲ء تک شاید ہی کوئی قومی وملّی سانحہ ہوگا جس نے اس کے قلم کو جنبش نہ دی ہو''۔۸ ان کی شاعری میں وہ تمام عناصر ملتے ہیں جو کسی شاعری کو بڑی شاعری بناتے ہیں۔۹ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ ''اس نابغۂ روزگار ہستی کو تاریخ ادب میں وہ مقام نہیں دیا گیا جو اس کا حق تھا''۔۱۰ کم از کم ملّی شاعری کے ضمن میں ز۔خ۔ش کو نظر انداز کرنا صحیح طرز عمل نہیں تھا۔ اپنے دور میں ہونے والے ملکی اور بین الاقوامی ملّی معاملات پر ز۔خ۔ش نے جس کرب وسوز سے قلم اٹھایا ہے اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اگلی سطور میں کئی مثالیں درج کی جا رہی ہیں جو نہ صرف ز۔خ۔ش کے ملّی شعور کی عکاسی کرتی ہیں بلکہ رہبر عالم ﷺ سے گہری عقیدت اور وابستگی کی بھی آئینہ دار ہیں کیوں کہ وہ اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر تھیں کہ ملّت کا تصوّر چوں کہ صاحب ملّت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا عطا کردہ ہے اس لیے ملّی شاعری میں حوالۂ رسول ﷺ ایک لازمی عنصر ہے۔

برعظیم کے مسلمانوں کی تباہ حالی دیکھ کر ز۔خ۔ش، امام مہدی کی آمد کی تمنا کرتی ہیں۔ ظہورِ امام مخمس کی ہیئت میں ایک نظم ہے جس میں امام مہدی کو خدا اور رسول خدا ﷺ کا واسطہ دے کر تشریف آوری کی التجا کی گئی ہے۔ نظم کا پہلا بند ہے:

آرزوئے دل ناکام مسلماں آجا　　یاورِ مومن قوّت دہِ ایماں، آجا
منتظر ہیں ترے مسلم بہ دل و جاں، آجا　　ہاں اٹھا کر علمِ شاہِ رسولاںؐ، آجا
صاحبِ معجزہ و حجّت و برہاں، آجا

مزید کہتی ہیں:

آیئے آیئے! اے فخر زمیں عرش حشم　　آیئے آیئے! اے مہر عرب ماہِ عجم
آیئے آیئے! اے خاصِ خدائے اعظم　　آیئے آیئے! اے ابن رسول اکرمؐ
بہر حق، بہر نبیؐ، مہدی ذیشاں، آجا [11]

معارف ملّیہ بھی ان کی ایک ایسی ہی نظم ہے۔ جس میں وہ مسلمانانِ ہند کی حالت زار پر فریاد کناں ہیں اور بے اختیار رسول عربی ﷺ سے مخاطب ہوتی ہیں۔ نظم کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

کیا ہوئی اے مرے اسلام! وہ شوکت تیری　　ہائے کس گوشے میں روپوش ہے سطوت تیری

آگے چل کر آفتاب رسالت ﷺ سے امّت مسلمہ کی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے انؐ کی چشم عنایت کی طالب ہوتی ہیں تاکہ ملّت پر چھائے ہوئے اندھیرے دور ہو سکیں:

اے رسول عربیؐ اے شرف افزائے رُسل　　اب بھی قرباں ہے ترےؐ نام پہ امّت تیریؐ
جوش زن اب بھی دماغوں میں ہے سودا تیراؐ　　جلوہ گر اب بھی دلوں میں ہے محبت تیریؐ
آج بھی مرجع آفاق ہے مولا تیراؐ　　آج بھی مرکز ادوار ہے تربت تیریؐ
تاکجا لب پہ رہے شور متیٰ نصر اللہ　　تاکجا جورکش دہر ہو ملّت تیریؐ
اے مہِ فیض یہ اندھیر مٹا سکتی ہے　　طرفۃ العین میں اک چشم عنایت تیریؐ [12]

ز۔خ۔ش نہ صرف برعظیم پاک و ہند کی امّت مسلمہ کی حالت پر مضطرب رہتی تھیں بلکہ عالم اسلام میں جہاں کہیں بھی مسلمانوں پر مظالم کی خبریں سنتیں ان کا اضطراب اشعار کی صورت میں ڈھل جاتا۔ اپنی نظم عالم خواب میں وہ اطالویوں کے ہاتھوں طرابلس کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کو چشم تصوّر سے دیکھتی ہیں جب ایک اطالوی کی زبان سے یہ گستاخانہ کلمات نکلتے ہیں:

لحد سے اُٹھ کے محمدؐ بھی آنہیں سکتا　　خدا بھی عرش سے تم کو بچا نہیں سکتا

تو ان کی دینی اور ملّی غیرت جوش میں آتی ہے اور اس کا جواب ایک مسلمان کی زبانی اس طرح دیتی ہیں:

کہا کڑک کے انھوں نے خموش رہ کافر　　جو خیر چاہے تو بس آگے کچھ نہ کہہ کافر
اطالوی بھی عدوئے شہِ بشرؐ نکلے　　خدا کی شان ہے لو چیونٹی کے پر نکلے

خبیث اسمِ شہِ پاکؐ اور تیرا منھ — صحابہؓ شہِ لولاکؐ اور تیرا منھ!!
ارے غلام محمدؐ ہوں، رحم کی طالب — ہم اب بھی ہیں وہی سرشار جام لا غالب[13]

ز۔خ۔ش۔ کی ملّی غیرت و عصبیت صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہ تھی۔ وہ اپنے حلقۂ احباب خصوصاً خواتین میں بھی وقتاً فوقتاً دینی اور ملّی احساس بیدار کرنے کی مسلسل کوشش کرتی رہتی تھیں۔ اور اس کے لیے اپنی شاعری کو بھی استعمال کرنا جانتی تھیں۔ جنگ بلقان کے متاثرین کے لیے ان کی ایک ترمیم شدہ نظم اپیل، بابت ہلال احمر کے عنوان سے ہے جو تہذیب نسواں، لاہور کے ۱۲ اپریل ۱۹۱۳ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ مذکورہ نظم میں انھوں نے اپنی مسلمان بہنوں کو مخاطب کر کے اپیل کی ہے، اور سرور دو عالم ﷺ کے نام لیواؤں کی امداد کی پرزور التجا کی ہے اور مدد نہ کرنے پر روزِ محشر شفاعت سے محرومی کی وعید بھی سنائی ہے:

دین محمدیؐ کی وہ یادگار عظمت — وہ فاتحان عالم کی آخری حکومت
وہ سلطنت کہ ترکی کہتی ہے جس کو خلقت — وہ جس کے زیبِ کوشک ہے مسندِ خلافت
یورپ کی ڈپلومیسی کی ہے شکار، بہنو!
منہ شدت غضب سے اخگر اگل رہے ہیں — آنکھوں سے ظالموں کی شعلے نکل رہے ہیں
احمدؐ کے نام لیوا سب زندہ جل رہے ہیں — بچے سلگ رہے ہیں بوڑھے پگھل رہے ہیں
اللہ رے شان حلم پروردگار، بہنو!
ہے دل سے، جاں سے، زر سے اسلام کی اعانت — مسنون، فرض، واجب ارکان دیں کی صورت
ہونا نہ شاہ دیںؐ سے کل طالبِ شفاعت — زر سے بھی گر نہ کی کچھ خدّام دیں کی خدمت
کب تک یہ خواب غفلت؟ اے ہوشیار بہنو![14]

شہر آشوب اسلام میں، جو شاید شبلی سے متاثر ہو کر لکھا گیا ہے، مسلمان قوم کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور ترکوں کی بہادری کی تحسین کی گئی ہے۔ ہر دو مقامات پر انھیں سیّد الوریٰ ﷺ کا حوالۂ مبارک دینا پڑا ہے:

وہ قوم جس سے ہے توحید زندہ، نزع میں ہے — میانِ جنگِ فنا و بقا مسلمانو!
سنو! کہ دین محمدؐ ہے آج خطرے میں — جو چاہو لبّ لباب اس کا ایک جملے میں

اور ترکوں کی تعریف میں:

مجاور لحد سیّد الوریٰؐ ہیں تُرک — خدا کے گھر کے ہیں جاروب کش بفضل خدا[15]

ترکوں سے محبت کا اظہار ز۔خ۔ش نے زندہ باد انور شاہ نامی نظم میں بھی کیا ہے۔ یہاں پر بھی اپنے ممدوح کی توصیف بوسیلۂ رسول ہاشمی ﷺ کی ہے:

اے جوانانِ عرب! اے نام دارانِ جری ‏ ‏ ہے تمھیں سے عزت دین رسولِ ہاشمیؐ[۱۶]

ہندوستان کی مسلمان خواتین کی مردوں کے ہاتھوں حق تلفیوں کی داستان ز۔خ۔ش۔ نے ایک طویل مسدّس بعنوان آئینۂ حرم میں بڑی دل سوزی سے بیان کی ہے اور بار بار اس بات پر تاسف کا اظہار کیا گیا ہے کہ مرد حضرات ہادیٔ عالم ﷺ کے ارشادات سے جان بوجھ کر چشم پوشی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آخر میں شاعرہ اپنا استغاثہ دربار رسالت ﷺ میں پیش کرتی ہیں۔ چند بند اور متفرق، منتخب اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ پہلے طبقۂ اناث کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

آئے ہم کو نہ اس فرقہ سے نفرت کا خیال ‏ ‏ نورِ احمدؐ نے کیا جس میں نزولِ اجلال
لیکن اس کو تو فراموش نہ فرمائیں حضور ‏ ‏ بطنِ عورت سے ہوا نورِ محمدؐ کا ظہور

پھر فریاد کرتی ہیں:

کچھ سنانے کے لیے آئی ہوں اس دم سُن لے ‏ ‏ کوئی تنہا نہیں تُو ہی سخنِ غم سن لے
میرے آقا، میرے پیغمبر اعظمؐ سن لے ‏ ‏ بابِیْ انت و امّی، شہ عالمؐ سن لے
ہے نذر نیّت خائن سے خزینہ تیراؐ ‏ ‏ وحی والہام کا سرچشمہ ہے سینہ تیراؐ
لطمۂ موج سے لاعلم سفینہ تیراؐ ‏ ‏ جزر و مد کا نگراں دیدۂ بینا تیراؐ
مایۂ راحتِ مخلوق ہے رافت تیریؐ
باعث رحمت خلّاق ہے بعثت تیریؐ

تُو جب اے آمنہؓ کے نور نظر آیا تھا ‏ ‏ دہر انوار سے معمور نظر آیا تھا
منظر قوت جمہور نظر آیا تھا ‏ ‏ قیصر دل زدہ مقہور نظر آیا تھا
پہلے آموختۂ کبر بھلایا تو نے
پھر سبق عزّتِ نسواں کا پڑھایا تو نے

اور:

تیریؐ تعلیم پہ امّت نہیں کرتی ہے عمل ‏ ‏ اے سند یافتۂ مکتب استادِ ازلؐ

وہ شاکی ہیں کہ:

کرتے ہیں دین میں ترمیم یہ دنیا کے مرید ‏ ‏ تیرےؐ قانون کو ہے شکوۂ دفعات جدید
یاد ہے ھنّ لباس لکم اے شاہؐ کسے ‏ ‏ عاشروھنّ کے ارشاد کی پرواہ کسے
کیا کہوں کس نے تریؐ شرع کو بدنام کیا ‏ ‏ ہائے افسوس تریؐ قوم نے یہ کام کیا

الغرض قوم سیہ بخت نے اے نجمِ ہدیٰ — دینِ انور کو کیا خود غرضی سے رسوا
فکرِ آسائشِ ذاتی میں ہے امّت تیریؐ — ہدفِ طعنۂ اعدا ہے شریعت تیریؐ

پھر وہ صدائے فریاد بلند کرتے ہوئے امداد کے لیے رحمتِ عالم ﷺ کو پکارتی ہیں:

کب تک آزار کش قید ہوں سگّانِ حرم — المدد! المدد! اے بیخ کنِ رسمِ ستمؐ
کنج در بند ہیں گھٹ گھٹ کے مرے جاتے ہیں ہم — تیریؐ بخشی ہوئی حریتِ کامل کی قسم

آخر میں اپنی خوبیِ قسمت پر ناز کرتے ہوئے ملتجی ہوتی ہیں:

خوبیِ بخت سے پہنچی درِ دولت پہ کنیز — یہ جبیں ورنہ کہاں اور کہاں یہ دہلیز
تیریؐ اک چشمِ کرم کام بنا دے گی مرا — یا نبیؐ تیریؐ رضا عینِ رضائے مولا
وجہِ تقلیبِ نظامِ فلکی تیریؐ دعا — حق نے اعزاز دیا ہے تجھےؐ سل تعطہ کا

ہم ابھی فائزِ مقصود ہوں اے شاہِ حجازؐ
ہوں تیرےؐ دستِ مبارک جو سوئے چرخ، دراز

یا نبیؐ اپنے لبِ بستہ کو جنباں کردے — قم باذنی سے تنِ عدل کو ذی جاں کردے
مرد کو زن کے ستانے پہ پشیماں کردے — یعنی پھر باغچۂ قوم کو خنداں کردے

پھیل جائے چمنِ دہر میں بوئے اسلام
غنچہ ساں سربگریباں ہوں عدوئے اسلام ۱۷

ز۔خ۔ش مسلمانانِ ہند کی بے بسی پر بارگاہِ ربّ العزّت میں اپنی نظم فریادِ الٰہی کے ذریعے عرض پیش کرتی ہیں اور محبوبِ ربِ کائنات ﷺ کا واسطہ دیتی ہیں:

اب بھی ہے ارض پیا حکمِ روانِ احمدؐ — شاہ اب بھی ہیں مطیعِ حکمِ روانِ احمدؐ
ایسا نہ ہو کہ ویراں ہو آستانِ احمدؐ — ایسا نہ ہو کہ خنداں ہوں دشمنانِ احمدؐ

فریاد یا الٰہی! فریاد یا الٰہی! ۱۸

ز۔خ۔ش شاہِ دو عالم ﷺ کی محبت میں سرتاپا گرفتار تھیں۔ ان کی نعتوں میں تو جذبۂ محبت کا دریا ابلتا دکھائی دیتا ہی ہے۔ بعض ملّی مشاہیر کی شان میں لکھی گئی منظومات میں بھی وہ اپنے ممدوحین کو سرکارِ والا تبار ﷺ کے حوالے سے خراجِ تحسین پیش کرتی نظر آتی ہیں۔ سلطان جہاں بیگم کے لیے انھوں نے اپنے احساسات کو شعری ملبوس میں اس طرح پیش کیا ہے:

سیّدِ ملت بھی تو ہے، خادمِ ملت بھی تو — صادق آیا تجھ پہ قولِ سیّد الابرارؐ آج ۱۹

الطاف حسین حالی کے لیے بھی اپنی عقیدت کا اظہار انھوں نے بہ حوالہ رب کائنات اور محبوب رب کائنات ﷺ کیا ہے اور یہاں شعری کمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ممدوح کے نام کی معنویت سے بھی فائدہ اٹھایا ہے:

فضل ربّ، فیضِ نبیؐ سے ہو انھیں خلد میں چین　　　شامل حال ہو مہر حسنؓ، الطافِ حسینؓ [۲۰]

حقیقت تو یہ ہے کہ ز۔خ۔ش۔ کا نام نہ صرف شاعرات میں بلکہ بحیثیت مجموعی تمام ملّی شعراء میں ایک خاص مقام و مرتبے کا حامل ہے۔ ان کی جواں مرگی کے باعث ان کا ملّی شاعری کا سرمایہ قلیل ضرور ہے لیکن کم مایہ ہرگز نہیں ہے۔ ان کے کلام میں فنی مہارت اور شعری نزاکت کا وہ التزام ہے جس کے باعث انھیں، کم از کم ملّی شاعری کے ضمن میں، نظر انداز کرنا کسی طور ممکن نہیں ہے۔ ملّت کا درد اور صاحب ملّت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے گہری جذباتی وابستگی کے مظاہر ان کی ملّی شاعری میں نمایاں دیکھے جاسکتے ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ملّی شاعری خواہ کسی پیرائے میں کی جائے نعتیہ عناصر اس کا جزو لاینفک ہیں اور رہیں گے۔

حواشی:

۱۔ انیسہ ہارون بیگم شروانیہ: ''حیات ز خ ش''، مطبوعہ: اعجاز پرنٹنگ پریس، چھتہ بازار، حیدرآباد، دکن، ۱۹۵۴ء، ص ۱۶۴۔

۲۔ ڈاکٹر فاطمہ حسن: ''ز خ ش، حیات و شاعری کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ''، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، باراول، ۲۰۰۷ء، ص ۱۴۰۔

۳۔ انیسہ ہارون بیگم شروانیہ: محولہ بالا، ص ۱۷۔

۴۔ شان الحق حقی: ''نکتۂ راز''، ملت پریس، کراچی، ۱۹۷۲ء، ص ۲۸۲۔

۵۔ ایضاً، ص ۲۹۲۔

۶۔ ڈاکٹر فاطمہ حسن: محولہ بالا، ص ۱۷۸۔

۷۔ انیسہ ہارون بیگم شروانیہ: محولہ بالا، ص ۱۶۴۔

۸۔ شان الحق حقی: محولہ بالا، ص ۳۰۴۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ ڈاکٹر فاطمہ حسن: محولہ بالا، ص ۳۷۳۔

۱۱۔ ز خ ش (زاہدہ خاتون شروانیہ): ''فردوس تخیل''، دارالاشاعت پنجاب، لاہور، باراول، ۱۹۴۱ء، ص ۳۸۔۳۹۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۴۱

۱۳۔ ایضاً،ص۴۲

۱۴۔ ایضاً،ص۵۳۔۵۶

۱۵۔ زخ ش(زاہدہ خاتون شروانیہ):محولہ بالا،ص۵۷

۱۶۔ ایضاً،ص۲۰

۱۷۔ زخ ش(زاہدہ خاتون شروانیہ):محولہ بالا،ص۱۱۸،۱۳۴

۱۸۔ ایضاً،ص۲۴۶

۱۹۔ ایضاً،ص ۳۰۷

۲۰۔ ایضاً،ص۳۳۵

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱۔ حسن، فاطمہ، ڈاکٹر: ۲۰۰۷ء،''زخ ش، حیات وشاعری کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ''، باراوّل، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان،کراچی۔

۲۔ حقی،شان الحق:۱۹۷۲ء،''نکتۂ راز''،ملّت پریس،کراچی۔

۳۔ زخ ش(زاہدہ خاتون شروانیہ):۱۹۴۱ء،''فردوس تخیّل''، باراوّل،دارالاشاعت پنجاب،لاہور۔

۴۔ شروانیہ،انیسہ ہارون،بیگم:۱۹۵۴ء،''حیات زخ ش''،مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس،حیدرآباد،دکن۔